۳۸

دار الافتاء
فتویٰ نمبر ۱۷/۴۳۵
بنوری ٹاؤن کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جناب مفتی صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

ایک مسئلہ کا شرعی حل مطلوب ہے۔ مہر کم سے کم رکھنا مستحب ہے اور زیادہ مہر باندھنا پسندیدہ نہیں یہ مسئلہ ہم علماء سے سنتے آئے ہیں لیکن ہمارے علاقے میں اور خود ہماری برادری میں بھی زیادہ سے زیادہ مہر باندھنے کا رواج ہے تقریباً ڈیڑھ لاکھ دو لاکھ تو رکھ ہی لیتے ہیں کم از کم ایک لاکھ ہوتا ہے اور عام لوگوں پر یہ مہر ان کی وسعت سے باہر ہوتا ہے اس لئے میں نے میری بہن کی شادی کے موقع پر بھی ایک لاکھ اور ڈیڑھ لاکھ کی باتیں ہونے لگیں جیسا کہ برادری کا رواج ہے۔ لیکن چونکہ میں دینی علم حاصل کرتا تھا اس لیے مناسب نہیں سمجھا کہ اتنا زیادہ مہر رکھا جائے بلکہ مستحب پر عمل کرنے کی غرض سے باوجود والد صاحب کے زیادہ مہر باندھنے پر اصرار کرنے کے مہر بہت کم یعنی چالیس ہزار مقرر کروایا بہرحال والد صاحب نے بھی بالآخر ترغیب وترہیب کے بعد اسی کم مہر پر رضامندی ظاہر کی ——— لیکن بعد میں ایک مولوی صاحب نے یہ مسئلہ بیان کیا کہ اگر ساری برادری میں رواج زیادہ مہر باندھنے کا ہو تو کسی ایک ولی کو اپنی لڑکی کا مہر بہت کم مقرر نہیں کرنا چاہئے استحباب پر عمل اس وقت ہوگا جب پوری برادری مل کر یہ ٹھان لے کہ مہر کم مقرر کریں گے اب سوال یہ ہے کہ اس مولوی صاحب کا یہ مسئلہ کیا درست ہے حالانکہ ہم نے تو اس کے خلاف عمل کیا ہے۔؟

نمبر ۲: دوسرا مسئلہ یہ پوچھنا ہے ہمارے علاقے میں ایک مفتی صاحب نکاح اس طریقے سے پڑھاتے ہیں، سب سے پہلے مجلس نکاح میں وکیل کے بارے میں پوچھتے نہیں کہ دلہن کا وکیل کون ہے؟ اس کی تعیین

کے بعد گواہوں سے پوچھتے ہیں کہ کیا دلہن نے آپ لوگوں کے سامنے ان کو اپنے نفس
رحمہا کا وکیل بنایا ہے؟ وہ کہتے ہیں، ہاں۔ اس کے بعد مفتی صاحب مجھ وکیل
سے پوچھتے ہیں کہ آپ کی اجازت ہو تو نکاح پڑھا دوں، وکیل اجازت دے دیتا ہے
اس کے بعد خطبہ مرحمہ کی براہ راست دولہا سے پوچھتے ہیں کہ فلاں کی بیٹی مسماۃ
فلانۃ اتنے مہر کے ساتھ آپ کے نکاح میں دیتا ہوں آپ نے قبول کیا۔ دولہا قبول کرتا
ہے اور دعا ہوتی ہے ——— اب اکثر لوگ اس مفتی صاحب پر اعتراض کرتے ہیں کہ یہ
نکاح صحیح نہیں پڑھایا اس لئے کہ ابھی تک ہمارے پرانے علماء اور اب کے موجودہ دور میں
علماء کرام بھی اس طریقہ سے نکاح نہیں پڑھاتے بلکہ گواہ باقاعدہ کلمۂ شہادت پڑھ کر
ان الفاظ میں گواہی
وکیل کے بارے میں گواہی دیتے ہیں دو ہم گواہی دیتے ہیں کہ فلانۃ بنت فلاں نے ان کو وکیل
اپنے نفس و
بنایا ہے، پھر اس کے بعد خطبۂ نکاح کے بعد مولوی صاحب وکیل سے مخاطب ہو کر
کہتا ہے کہ فلانۃ بنت فلاں کی بیٹی مسماۃ فلانۃ کہ اس نام کی انکی اور کوئی بہن نہیں، آپ
نے بحیثیت وکیل شرع محمدیہ کے مطابق فلاں کے نکاح میں دیدیا؟ وہ وکیل کہتا ہے ہاں
پھر مولوی صاحب دولہا سے مخاطب ہوتا ہے اور کہتا ہے آپ نے قبول کیا وہ قبول کر لیتا
ہے پھر دعا ہوتی ہے۔ لوگوں کا اعتراض یہ ہے کہ مولانا مفتی صاحب گواہی کیوں نہیں لیتے ہیں
خطبہ نکاح کے بعد وکیل سے مخاطب بھی نہیں ہوئے اور مذکورہ وکیل اور گواہوں کے مخصوص الفاظ
ادا نہیں کروائے جاتے لہذا نکاح صحیح نہیں ہوا۔ سوال علماء یہ ہے کہ مفتی صاحب کا یہ طریقہ کار درست
ہے یا پرانے علماء کا طریقہ کار درست ہے؟ ۲) اگر دونوں درست ہیں تو مفتی صاحب کے
لئے پرانے علماء کے طرز پر پڑھانا ضروری ہے یا کم از کم اچھا ہے؟ کیونکہ اس نئے طریقہ پر پڑھانے سے
لوگ شکوک و شبہات کا شکار ہوتے ہیں اور عین نکاح ہی میں ایک دوسرے کی طرف [illegible] اس نئے طریقہ
کو دیکھ کر سوالیہ نظروں سے گھورنے لگتے ہیں۔ ۳) گواہوں اور وکیل کی طرف مخاطب کے بعد ادا
کیے جانے والے مولوی صاحب کے مذکورہ الفاظ ذکر کرنا فرض و رکن ہے اور یہ الفاظ حدیث سے ثابت ہیں؟
۴) مفتی صاحب کو پرانے علماء کے طریقہ پر عمل کرنا کیسا ہے؟ براہ کرم جوابات قرآن حدیث کی روشنی میں دیکر ممنون فرمائیں
طالب دعا ضیاء شمس محلہ کسترون گلگت
P.H · 54181
(جواب منسلکہ ورق پر ملاحظہ فرمائیں)

Scanned by CamScanner

الجواب حامداً ومصلیاً

مولوی صاحب کا یہ مسئلہ بیان کرنا درست ہے، اس کی تفصیل "امداد المفتیین" میں یہ ہے کہ:

"ہزاروں روپیہ کی تعداد میں مہر مقرر کرنا ہرگز مناسب نہیں علاوہ بریں جب مہر زیادہ مقرر کیا جاتا ہے تو کبھی اس کے ادا کرنے کی نہ ہمت ہو سکتی ہے اور نہ کبھی اس کا ارادہ ہوتا ہے اور اس صورت کو کہ ادائے مہر کا ارادہ ہی دل میں نہ ہو حدیث میں زنا فرمایا گیا ہے ....

لیکن اس کے ساتھ خوب سمجھ لینا چاہیئے کہ اگر کسی خاندان کی لڑکیوں کا مہر زیادہ تعداد میں رائج ہے تو جب تک سارا خاندان اپنا رواج بدل کر مہر میں کمی نہ کرے اس وقت تک تنہا کسی لڑکی کا مہر کم باندھنے کا اختیار اس کے اولیاء کو نہیں لوگ اس میں بہت غفلت کرتے ہیں کہ سارے خاندان کے مہرِ مثل کے خلاف اپنی لڑکی کا مہر کم کر دیتے ہیں جس کا ان کو حق نہیں۔

شاید یہی وجہ ہے کہ بہت سے حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے زیادہ سے زیادہ مہر پر نکاح کیے ہیں حالانکہ مہرِ فاطمی کا مسنون اور افضل ہونا ان کو بھی (ظاہراً) معلوم تھا.........

خود حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے چالیس ہزار درہم مہر مقرر کیے....... اسی طرح حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اور دوسرے حضرات صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے دس دس ہزار درہم پر اپنا اور اپنی صاحبزادیوں کا نکاح کیا (جیسا کہ صاحبِ تبیین نے کنز کی شرح میں ذکر کیا ہے)

الغرض مہر میں غلو کرنا جائز نہیں بلکہ تقلیل حسبِ سنت بہتر و افضل ہے لیکن اس کے خلاف میں غلو کرنا جائز نہیں کہ مہرِ مثل کے خلاف لڑکی یا اس کے اولیاء کو مہرِ فاطمی پر مجبور کر دیا جائے یہ غلو اور جبر بھی خلافِ سنت اور خلافِ تعامل صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہے۔

اعتدال کی صورت یہ ہے کہ اپنے خاندان میں مہرِ مثل کم کرنے کی کوشش کی جائے اور سب خاندان والوں کو احادیث نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا کے مہر کی تقلید و اتباع کی ترغیب دی جائے اگر وہ سب قبول کریں تو بہتر ورنہ کسی ایک لڑکی یا اس کے اولیاء کو اس پر مجبور نہ کیا جائے۔"

(ماخوذ از امداد المفتیین ۲/۵۶۵)

واضح رہے کہ مہرِ مثل کا مطلب یہ ہے کہ لڑکی کے باپ کے گھرانے میں دوسری لڑکی جو اس کی عمر میں، حسن و جمال میں، مالداری میں، دینداری میں، سلیقہ داری میں اس کی مثل ہو

(بقیہ مسئلہ اگلے ورق پر ملاحظہ فرمائیں)

Scanned by CamScanner

جس شہر کی یہ رہنے والی ہو اسی شہر کی وہ رہنے والی ہو اگر اس کا نکاح کنوارے پن میں ہوا تو اس کا نکاح بھی کنوارے پن میں ہو تو جو مہر اس لڑکی کا ہوگا وہ مہر مثل ہے اور باپ کے گھرانے سے مراد اس لڑکی کی بہنیں، پھوپھی، چچازاد بہنیں وغیرہ یعنی ددھیالی لڑکیاں اور مہر مثل دیکھنے میں ماں کا مہر نہ دیکھیں گے ہاں اگر ماں بھی باپ ہی کے گھرانے سے ہو جیسے باپ نے اپنے چچا کی لڑکی سے نکاح کیا تھا تو اس کا مہر بھی مہر مثل ہوگا۔

(ماخذہ بہشتی زیور ص۳۱۵)

فی تبیین الحقائق: ۱۳۱/۲

وتزوج عمر ام کلثوم بنت علی من فاطمة علی اربعین الف درهم .... ويجوز ان يكون ذلك مهر مثل كل واحدة منهن لانه يختلف باختلاف الزمان ولا يدل ذلك على الفضيلة بل هو الظاهر لان المال كان قليلا في زمن النبي صلى الله عليه وسلم ثم اتسع المسلمون بعد ذلك بما حصل لهم من فتوح البلاد ولهذا روي عن كثير منهم مثل ذلك مع علمهم بمهور بنات النبي صلى الله عليه وسلم وازواجه حتى روي عن الحسن بن علي انه تزوج امرأة فساق اليها مائة جارية قيمة كل واحدة منهن الف درهم وتزوج ابن عباس شميلة على عشرة آلاف درهم وتزوج انس امرأة على عشرة آلاف درهم ومعلوم ان عادتهم لم تجر بذلك والله اعلم.

فی الدر المختار: ۱۳۷/۳

والحرة مهر مثلها الشرعي مهر مثلها .... من قوم ابيها لا امها ان لم تكن من قومه كبنت عمه.

وفی الخلاصة ويعتبر باخواتها وعماتها .... وتعتبر المماثلة في الاوصاف وقت العقد سنا وجمالا ومالا وبلدا وعصرا وعقلا ودينا وبكارة وثيوبة وعفة وعلما وادبا وكمال خلق.

فی التاتارخانية: ۸۳/۳

والنساء اللاتي يعتبر مهرها بمهورهن قوم ابيها اخواتها لابيها وامها او لابيها وعماتها وبنات عمها اھ

۲۔ سوال کے جواب سے پہلے بطور تمہید دو باتیں سمجھ لیں:۔

۱۔ عقد نکاح کے وقت خواہ لڑکی خود ایجاب کرے اور دولہا قبول کرے یا لڑکی کا وکیل خود دولہا نکاح میں دے دے مثلاً یہ الفاظ کہدے کہ میں نے فلانی بنت فلاں کو آپ کے نکاح میں دیا اور دولہا قبول کرے یا پھر وکیل نکاح خواں کو اجازت دے کہ آپ فلانی بنت فلاں کا نکاح اس دولہا سے کر دیں پھر نکاح خواں اس لڑکی کا نکاح دولہا سے کر دے تو ان سب صورتوں میں نکاح ہو جائیگا۔

۲۔ لڑکی سے اجازت لیتے وقت اول تو گواہوں کا ہونا ضروری نہیں بہتر ہے تاکہ

(بقیہ منسلکہ ورق پر ملاحظہ فرمائیں)

Scanned by CamScanner

بوقت ضرورت لڑکی کی اجازت پر گواہ بن سکیں اور دوسرا یہ کہ ان گواہوں سے گواہی لینے کیلئے مجلس عقد میں شریعت میں کوئی خاص الفاظ یا خاص طریقہ مقرر نہیں کہ پہلے گواہ کلمہ شہادۃ پڑھیں پھر گواہی کے الفاظ کے ساتھ گواہی دیں۔

لھذا صورتِ مسئولہ میں دونوں طریقوں سے نکاح ہو جاتا ہے اس لیئے لوگوں کا پرانے علماء کے طریقۂ نکاح کو لازم سمجھنا اور دوسرے طریقہ پر نکیر کرنا درست نہیں جبکہ یہ دوسرا طریقہ بے غبار اور آسان ہے اور پرانے علماء کے طریقۂ نکاح میں گواہوں کا کلمہ شہادۃ پڑھنا اور خاص الفاظ سے گواہی دینا شریعت سے ثابت نہیں لھذا یہ باتیں قابلِ اصلاح ہیں۔

فی الدرالمختار : ۹/۳

وینعقد متلبسا بایجاب من احدھما وقبول من الآخر وضعا للمضی ــــ کزوجت نفسی او بنتی او موکلتی منك آہ

فی الشامیة : ۹/۳

(قوله کزوجت نفسی الخ) اشار الی عدم الفرق بین ان یکون الموجب اصیلا او ولیا او وکیلا۔

فی الھندیة : ۲۹۸/۱

الوکیل بالتزویج لیس له ان یؤکل غیرہ فان فعل فزوج الثانی بحضرۃ الاول جاز۔

فی الھندیة : ۲۹۴/۱

یصح التوکیل بالنکاح وان لم یحضرہ الشھود کذا فی التاتارخانیة۔

فی الشامیة : ۹۵/۳

واعلم انه لا تشترط الشھادۃ علی الوکالة بالنکاح بل علی عقد الوکیل وانما ینبغی ان یشھد علی الوکالة اذا خیف جحد الموکل ایاھا۔ ــــ

واللہ اعلم بالصواب
فہیم اشرف غفر اللہ لہ
دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی
۲۳ ، ۷ ، ۲۵ھ

الجواب صحیح
بندہ محمود اشرف غفراللہ لہ
۲۳/۷/۲۵ھ

[stamp: نائب مفتی ... دارالعلوم کراچی]

[stamp: دارالافتاء — فتوی نمبر ۱۲/۷۳۵ — مورخہ ۲۵/۷/۲۳]

الجواب صحیح
اصغر علی ربانی